ابومعاویہ رحمانی چوہان

حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۹۵۶ء، تقریباً ایک سال کے تھے کہ ۱۹۵۷ء میں والد بزرگوار کی رحلت ہوگئی اور والد کی شفقت سے محروم ہوگئے اور والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔ قرآن مجید کی تعلیم مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں حاصل کی۔ آپ تیرہ برس کے تھے کہ ۱۹۶۹ء میں والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس وقت آپ قرآن مجید حفظ کر چکے تھے اور ابتدائی فارسی کی کتب حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شروع کر چکے تھے۔

۱۹۶۷ء میں قائد احرار جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ میزبانِ احرار مولانا قمرالدین وقلندرِ احرار مولانا صالح محمد کی کوششوں سے بستی مولویان تشریف لائے۔ آپ کو لاری اڈا شاہی چوہان سے ایک فقید المثال جلوس کی شکل میں بستی مولویان لایا گیا، اس جلوس میں راقم الحروف اور حافظ صاحب مرحوم ومغفور شریک تھے۔ ہمیں مولانا صالح محمد نے فرمایا تھا کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں تم حضرت کے قریب رہنا۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ میری نظر جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رخِ انور پر پڑی تو یہ نورانی چہرہ دیکھ کر میں آپ حضرت کا گرویدہ ہوگیا اور آپ حضرت کی شفقت اور نظرِ کرم نے یہ اثر کیا کہ پھر زندگی بھر کسی دوسری طرف نہ دیکھا۔ ساری زندگی احرار سے ہی وابستہ رہے اور ایک سچے کارکن کی طرح مجلس احرارِ اسلام سے لگا وَر ہا۔

۱۹۷۲ء میں مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی، سندھ چلے گئے۔ گھوٹکی میں استاد محترم مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے قائد احرار جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب ہوا جس کے انتظام و انصرام میں حافظ صاحب نے کارکن کی حیثیت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ گھوٹکی سے واپس آکر اپنے استاد محترم کے ہمراہ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی۔ چونکہ اب حضرت جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی ہوگئی تھی اس لیے اپنے نام کے ساتھ ملنگ احرار لکھنا شروع کیا، ایک دن مدرسہ کے مہتمم صاحب نے حافظ صاحب کے نام کے ساتھ ملنگ احرار لکھا ہوا دیکھا تو حافظ صاحب کو بلا کر سمجھایا اور کہا کہ اپنے نام کے ساتھ ملنگ لکھنا درست نہیں کیونکہ ملنگ تو بھنگی، چرسی اور رافضی کہلاتے ہیں لہٰذا تم آئندہ ملنگ نہ لکھا کرو۔ حافظ صاحب نے اُنھیں جواب دیا یہ ٹھیک ہے کہ ملنگ تو بھنگی، چرسی اور رافضی کہلاتے ہیں لیکن میں عام ملنگ نہیں ملنگ احرار ہوں اور اسی پر فخر ہے۔

اس کے بعد حافظ صاحب مجلس احرار اسلام کے عملی کارکن کی حیثیت سے جماعتی امور میں شریک ہوگئے اور جرنیل احرار حافظ محمد اکبر کے کہنے پر دفتر مجلس احرار اسلام رحیم یار خان میں بطور ناظم دفتر رہنے لگے اور جماعتی امور کو بخوشی

اور دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۷۴ء میں ختمِ نبوّت کی تحریک چلی تو حافظ صاحب اپنے استادمحترم مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اراکین جماعت کے ساتھ ختمِ نبوّت کے لیے گرفتاری پیش کی اور جیل بھی گئے۔ یوں حافظ صاحب نے اپنا نام اسیرانِ ختمِ نبوّت میں شمار کرایا۔ ۱۹۷۶ء میں جب مجلس احرار اسلام کے قائدین نے چناب نگر (ربوہ) میں مسجد احرار کے سنگ بنیاد رکھا تو ضلع رحیم یار خان احرار کے قافلہ میں حافظ صاحب بھی رواں دواں تھے۔ جب ہم گھر سے روانہ ہوا چاہتے تھے تو ہمیں اپنے چچا مولانا صالح محمد نے اپنے گھر بلوا کر الوداع کیا۔ چند روٹیاں دیں اور خشک راشن بھی دیا اور نصیحت کی کہ یہ راشن ساتھ رکھیں سفر میں کام آئے گا۔ اور فرمایا کہ وہاں جا کر ہمت سے حضرات شاہ صاحبان کا ساتھ دینا اور پوری ہمت و استقامت کا ثبوت دینا۔ وہاں سے پیچھے نہیں ہٹنا اگر پیچھے ہٹے یا بزدلی کا ثبوت دے کر بھاگے تو پھر یاد رکھو کہ پھر واپس گھر نہیں لوٹنا۔ الحمدللہ قافلۂ احرار روانہ ہوا اور سب سے پہلے چنیوٹ دفتر میں سابقون الاوّلون کا نام پایا۔ کچھ دیر چنیوٹ کے دفتر میں آرام کیا، پھر حالات کی نزاکت کو بھانپ کر دفتر احرار سے کوچ کیا۔ چناب نگر (ربوہ) کو پولیس اور سرکاری مشینری نے گھیر رکھا تھا، چھپ چھپا کر یہ قافلہ تھوڑا تھوڑا ہو کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا اور آبادیوں سے گزر کر الحمدللہ ہم مسجد احرار کی جگہ تک پہنچ ہی گئے۔ اس سارے سفر میں حافظ صاحب نے اپنی جرأت اور جواں مردی کا ثبوت دیا۔

۱۹۷۸ء بدلی شریف میں مولانا پیر سید غلام سرور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد پر بعض شرپسند عناصر اور قبضہ گروپ نے ہنگامہ کیا اور قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اس ہنگامہ میں حافظ محمد اکبر اور دیگر احرار کارکنوں کے ہمراہ حافظ صاحب بھی ان شرپسندوں کے مقابلہ میں پیش پیش تھے اور دلیری و ہمت کے ساتھ قبضہ گروپ کا مقابلہ کیا۔ بالآخر احرار رضا کاروں نے ان شرپسندوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

۱۹۸۱ء میں واپڈا اسکارپ میں ملازمت اختیار کی اور مسجد کے امام و مؤذن مقرر ہوئے اور پوری پابندی کے ساتھ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے اور ہمہ وقت وہاں کالونی میں رہنے لگے، سرکاری ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ جماعتی کام بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے جو کہ مجھے حافظ صاحب نے خود سنایا کہ یہاں کالونی کے افراد نے مجھے جماعت کے لیے قربانی کے موقع پر کچھ رقم قیمت چرمِ قربانی کی مد میں دی۔ اور میں نے وہ رقم بذریعۂ ڈاک حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں دورہ پر تشریف لائے تو مجھے بلا کر اپنی جیب سے وہ رقم نکال کر دی جو کہ آپ نے علیحدہ رکھی ہوئی تھی، اور فرمایا کہ زکوٰۃ، صدقات اور چرم قربانی کی رقم جو حضرات دیں وہی نوٹ مرکز تک پہنچنے چاہئیں، ڈاک میں نوٹ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اب ایسا کرو جن

حضرات نے رقم دی تھی، یہ رقم ان کے ہاں لے جاؤ اوران کو کہو کہ اب دوبارہ ان نوٹوں پر نیت کرو، پھر یہ رقم مجھے آکر دو۔ حافظ صاحب کا کہنا تھا کہ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق یہ رقم ان دینے والے حضرات کے پاس لے گیا اوران کو سارا قصہ سنایا اور پھر دوبارہ ان نوٹوں کو ان کے قبضہ میں دے کر پھر نیت کرائی، تب جاکر حضرت شاہ صاحب نے یہ رقم قبول کی۔

۱۹۹۴ء میں رحیم یارخان سے بہاول نگر تبادلہ ہوگیا۔ وہاں جاکر حافظ صاحب نے وہاں کے مقامی کارکنانِ احرار سے رابطہ قائم کیا اور وہاں جماعتی احباب میں گھل مل گئے۔ کچھ عرصہ بعد بہاول نگر سے آپ کا گوجرانوالہ تبادلہ ہوگیا، وہاں جا کر بھی حافظ صاحب نے مرکزی دفتر سے گوجرانوالہ شہر کے احباب کے اسماء گرامی و پتہ جات حاصل کیے اور ان جماعتی احباب سے ملے اور پھر ان میں گھل مل گئے۔ ۱۹۹۹ء تک آپ گوجرانوالہ میں رہے پھر وہاں سے آپ نے ریٹائرمنٹ لے لی اور گھر آگئے۔ گھر رہ کر مسجد کی خدمت کے بغیر اداس اداس رہنے لگے، آخر آپ کی نگاہِ انتخاب مسلم چوک کے۔ ایل۔ پی روڈ کی ایک کچی اور چھوٹی سی مسجد پر پڑی اوراس کو آباد کرنے کی ٹھان لی۔ کچھ عرصہ تو اسی کچی مسجد میں نماز پڑھاتے رہے جب لوگوں کا رجحان بڑھنے لگا تو اس مسجد کو فراخ کر کے نئے سرے سے تعمیر کا ارادہ کیا، پھر رقبہ کے مالک ملک حمید انور سے ملے اور انہیں اپنا مدعا پیش کیا۔ ملک حمید انور نے فراخ دلی کا ثبوت دیا اور کہا کہ حافظ صاحب مسجد فراخ دلی کے ساتھ تعمیر کرائیں اور جتنی زمین تصرف میں لائیں آپ کو اجازت ہے۔ پھر حافظ صاحب نے محض اللہ کے توکل پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کردیا اور اپنے شیخ و مربی حضرت پیر جی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری سے وقت لے کر ۲۰۰۵ء میں مسجد ختمِ نبوّت کی بنیاد رکھوائی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔ دن رات ایک کر کے خون پسینہ لگا کر مسجد کی تعمیر مکمل کرائی، آپ نے مسجد کا نام ختمِ نبوّت تجویز کیا اور تختی بھی لگا دی۔ لیکن یہ نام بعض لوگوں کو پسند نہ آیا، انھوں نے مخالفت شروع کردی، لیکن حافظ صاحب اللہ کی توفیق سے ثابت قدم رہے اور مسجد اسی نام سے ہی موسوم رہی۔ حافظ صاحب کی دلی مراد پوری ہوگئی اور مسجد کی آبادی کے لیے مسجد میں ہی حاضر باش رہنے لگے۔ رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے تراویح خود پڑھاتے، رات گئے تک مسجد میں رہتے، رات کو کچھ وقت کے لیے گھر جاتے جو کہ تقریباً پانچ کلومیٹر فاصلے پر تھا، پھر سحری کے وقت مسجد آجاتے اور لوگوں کو سحری کے لیے بیدار کرتے۔ بڑی پابندی اور دلجمعی کے ساتھ مسجد میں حاضر رہتے۔

دوسال قبل ایک دن آپ رحیم یارخان گئے تو برسرِ راہ ایک ہسپتال میں گئے اور ڈاکٹر سے کہا کہ مجھے کئی روز سے سر میں چکر میں آتے ہیں اور تھوڑا درد بھی رہتا ہے، کوئی دوائی دے دیں۔ جب ڈاکٹر نے بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ ہائی تھا، ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ حافظ صاحب نے کہا کہ اور کوئی نہیں میں اکیلا ہی ہوں۔ ڈاکٹر نے دوسرا سوال کیا کہ کس چیز پہ آئے ہو تو حافظ صاحب نے کہا موٹر سائیکل پہ ہوں۔ میں بیمار تھوڑا ہی ہوں، میں تو ویسے عام سر

درد کی دوائی لینے آ گیا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ نہیں آپ فوری طور پر یہیں لیٹ جائیں، آپ کا بلڈ پریشر ہائی ہے، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ دو تین گھنٹے ڈاکٹر نے آپ کو ہسپتال میں سلائے رکھا اور پھر ڈاکٹر نے آپ کو موٹر سائیکل چلانے سے منع کر دیا اور آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ راقم الحروف کو یوں ہی آپ کی بیماری کا پتا چلا۔ گھر آ کر مجھے خود حافظ صاحب نے بتلایا کہ مجھے ڈاکٹر نے بلڈ پریشر کا مریض بنا دیا اور آرام کا مشورہ دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بلڈ پریشر یہاں بھی چیک ہوسکتا ہے، لہٰذا آپ روزانہ یہاں سے چیک کرالیا کریں۔ بھائی صاحب نے کہا میں اگر روزانہ چیک اپ شروع کرا دیا تو پھر میں مستقل مریض بن جاؤں گا، چنانچہ آپ نے اپنے مرض پر کوئی توجہ نہ دی۔ ایک دن گھر سے سبزی لینے کے لیے دکان پر گئے تو دکان پر آپ کو چکر آیا تو آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے اٹھایا۔ فوری طور پر بلڈ پریشر چیک کرایا تو آپ کا بلڈ پریشر بہت ہی ہائی تھا۔ لوگوں نے ہی گھر پہنچایا۔ اس کے بعد آپ مستقل بیمار ہو گئے۔ پھر چیک اپ کرایا تو ڈاکٹر نے کہا کہ حافظ صاحب کے دونوں گردے متاثر ہو گئے ہیں تقریباً نوے فیصد خراب ہو چکے ہیں لہٰذا فوری طور پر گردوں کے ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ میں نے اپنے شیخ و مربی حضرت پیر جی دامت برکاتہم سے رابطہ قائم کر کے صورت احوال سے مطلع کیا اور مشورہ چاہا۔ آپ حضرت نے فرمایا کہ تم جناب حافظ سید محمد معاویہ بخاری صاحب سے رابطہ قائم کرو، آپ تمھیں ڈاکٹر کے بارے میں معلومات دیں گے۔ میں نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے بہاول پور کے ڈاکٹر ممتاز رسول صاحب کا نام بتایا اور خود انھیں فون کر کے حافظ صاحب کے لیے وقت وغیرہ لیا۔ ہم حافظ صاحب کو بہاول پور لے گئے اور ڈاکٹر ممتاز رسول کو دکھایا، انھوں نے ٹیسٹ کرائے اور بتلایا کہ واقعی گردے بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ علاج شروع کریں ان شاء اللہ العزیز ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایک سال تک ان کا علاج کرایا کچھ افاقہ ہوتا پھر تکلیف بڑھ جاتی اور ساتھ ہی بلڈ پریشر تیز رہنے لگا۔ رحیم یار خان سے ایک سپیشلسٹ ڈاکٹر سے بلڈ پریشر کا علاج شروع کرایا، دو تین ماہ کے متواتر علاج اور داوئی سے بلڈ پریشر کنٹرول ہوا، پھر اسی ڈاکٹر کے مشورہ سے بہاول پور سے گردوں کا علاج شروع کیا۔ دو تین ماہ دوائی لی لیکن کوئی خاص فرق نہ ہوا اور ساتھ ہی پھر بلڈ پریشر تیز ہو گیا۔ اب مرض بھی بڑھ گیا اور مایوسی بھی شروع ہو گئی۔

ایک دن حضرت سید محمد کفیل بخاری صاحب نے فرمایا کہ یہاں ملتان لے آؤ، پھر ملتان لے گئے اور ڈاکٹر رفیق انجم صاحب سے چیک اپ کرایا۔ ڈاکٹر نے مجھے علیحدگی میں کہا کہ گردے بالکل ختم ہو چکے ہیں۔ اب ڈائلسز کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں۔ حضرت شیخ صاحب کے مشورہ سے رحیم یار خان سے ڈائلسز کرانے کا طے ہوا اور واپس آ گئے پھر بھائی صاحب ڈائلسز کرانے کا کہا تو بھائی صاحب نہ مانے اور کہا کہ ڈائلسز کے علاوہ دوسرا علاج جاری رکھیں۔ علاج بسیار کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہو گیا۔ ایک دفعہ سکھر ڈاکٹر ادیب رضی کے ہاں لے گیا جو گردوں کی بطورِ خاص ہسپتال ہے۔ انھوں نے ٹیسٹ کیا تو کہا کہ گردے بالکل ختم ہو چکے ہیں اب صرف اور صرف ڈائلسز

والا علاج باقی ہے۔ باقی سب علاج ختم ہو چکے ہیں، ڈائلسز کے لیے بھائی نہ مانے، پھر وہاں سے بھی واپس لے آیا اور مرض بڑھ گیا، اور خود حافظ صاحب بھی اب علاج سے مایوس ہو گئے اور اپنے اکلوتے بیٹے محمد مغیرہ کو گاہ بگاہ نصیحت و وصیت کرتے رہتے اور کہتے کہ بیٹا اب میری زندگی چند ایام کی ہے بس اپنے گھر ماں اور بہنوں کا خیال رکھنا۔ عزیزی ہر وقت روتا رہتا لیکن کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ بلڈ پریشر تیز رہنے لگ پڑا اور ساتھ ہی سانس کی تکلیف شروع ہو گئی۔ آخر کار ۲۲ر فروری کو حافظ صاحب کا پہلا ڈائلسز ہو گیا اور دو دن متواتر ہوتا رہا اور دو دن حافظ صاحب نیم بے ہوش رہے۔ تیسرے دن حافظ صاحب کو ہوش آیا اور ڈاکٹر نے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ پھر ۲۶ر فروری کو دوبارہ واپس آنے اور ڈائلسز کرانے کا پابند کیا۔ دو دن گھر میں رہے اور ۲۶ر فروری کو پھر لے گئے، ڈائلسز ہوا، اب طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ ہر چوتھے دن ڈائلسز ہوتا رہا، کچھ عرصہ کے لیے حافظ صاحب ٹھیک ہو گئے اور چلنا پھرنا بھی شروع ہو گیا اور بھوک لگنا بھی شروع ہو گئی۔
ایک دن اپنے بیٹے محمد مغیرہ کو کہا مجھے اپنے بھائیوں کے گھر لے چلو، موٹر سائیکل پر عزیزی انھیں بڑے بھائی صاحب کے گھر لے گیا، واپس پر مغرب کو میرے گھر تشریف لائے، میں نے جب بھائی کو اپنے گھر دیکھا تو خوشی کی انتہا ہو گئی۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر یہاں سے اپنی بیٹی کے گھر جانے کا ارادہ کیا لیکن اٹھتے وقت اچانک طبیعت خراب ہو گئی اور سانس کی تکلیف ہو گئی، پھر اپنے گھر چلے گئے۔ تین گھنٹے بعد آپ کی طبیعت سنبھل گئی، دو دن بعد عزیزی محمد مغیرہ کو کہا کہ طبیعت ٹھیک ہے مجھے اپنے دیرینہ دوست مولوی محمد اکرم کے گھر گھوٹکی لے چلو تاکہ میں ان کو حسب سابق ان کے گھر جا کر مل آؤں۔ دوسرے دن عزیزی مغیرہ گھوٹکی سندھ لے گیا اور اپنے احباب کو جا کر ملے۔ واپسی پر برادرم مولوی نور اللہ صاحب کو کہا کہ مجھے صاحبزادگان بھرچونڈی شریف کی خدمت میں لے چلو کہ ان کی زیارت کرتا چلوں۔ برادرم صاحب نے آپ کو ڈہرکی لے جا کر صاحبزادگان بھرچونڈی شریف سے ملوایا۔ گو یہ ملاقات بالکل مختصر تھی کہ آپ گاڑی میں بیٹھے رہے۔ صاحبزادگان سے معذرت کر کے ملے اور واپس گھر آ گئے۔ دوسرے دن آپ کو بخار ہو گیا، پھر رحیم یار خان سے دوائی لے آئے۔ ایک دن اس دوائی سے فاقہ ہوا پھر دوسرے روز دوبارہ بخار ہو گیا اور قے بھی شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ بہت کمزوری ہو گئی۔
شام کو ڈائلسز کا وقت مقرر تھا رات کو ڈائلسز کرایا۔ رات کو دو بجے واپس گھر آئے بہت ہی نحیف ہو گئے تھے۔ ۲۲ر اپریل صبح کو جب میں آپ کے گھر گیا تو آپ پر ڈائلسز کی وجہ سے غنودگی طاری تھی، میں نے جسم کو ہاتھ لگایا تو جسم کا ایک حصہ ٹھنڈا تھا اور ایک حصہ گرم تھا۔ بلڈ پریشر چیک کرایا تو بہت ہائی تھا، فوری طور پر آپ کو رحیم یار خان ہسپتال میں لے گئے، وہاں پر پہنچے ہی تھے کہ فرشتۂ اجل انتظار میں تھا اور ایک دو سانس جو باقی تھے وہ پورے ہو گئے۔ اب کسی ڈاکٹر کا بس نہ چل سکتا تھا اور فرشتہ نے یہیں پر زندگی کا رجسٹر بند کر دیا اور آپ ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
عزیزی محمد مغیرہ کو دلاسا دیا اور پرنم آنکھوں کے ساتھ ایمبولنس کا انتظام کیا اور آپ کو اپنی تیار کردہ جامع مسجد سے گزار

کر گھر لایا گیا۔ دوست احباب پس گران و برادری میں آپ کی وفات کی خبر پہنچتی گئی لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضرت شیخ پیر جی دامت برکاتہم کو حافظ صاحب کی وفات کی خبر دی۔ آپ حضرت نے بڑے دکھ کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ سید محمد کفیل بخاری صاحب کو جنازہ کے لیے روانہ کرتا ہوں۔ سید محمد کفیل بخاری صاحب کے مشورہ سے مغرب کی نماز کے متصل بعد جنازہ کا وقت مقرر ہوا۔ مغرب تک لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا اور بعد نماز مغرب سکول کے گراؤنڈ میں باوفا با کردار احرار رضا کار کا جنازہ پرچم احرار میں لپٹا ہوا آخری دیدار کے لیے رکھ دیا۔ لوگ اپنے بھائی اپنے امام اور ایک احراری کا آخری دیدار کرنے لگے۔

اس موقع پر سید محمد کفیل بخاری نے مختصر اور جامع تعزیتی کلمات کہے اور فرمایا کہ حافظ عبدالرحیم نیاز مجلس احرار اسلام کا قیمتی اثاثہ تھے۔ حافظ صاحب چالیس برس سے مجلس سے وابستہ تھے اور ہمیشہ جماعت کا ثابت قدمی کے ساتھ دیا، سیاسی و جماعتی تغیرات ان کو احرار سے وابستگی کو متزلزل نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب جہاں بھی رہے اپنی جماعتی شناخت کے ساتھ رہے، کبھی کسی کو تکلیف نہیں اور اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ کا مصداق تھے۔ ان مختصر کلمات کے بعد سید محمد کفیل بخاری نے جنازہ پڑھایا۔ سکول کا گراؤنڈ احراری کے جنازہ کے وقت تنگ نظر آنے لگا۔ حضرت کی نیک دعاؤں کے ساتھ جنازہ اپنی آخری منزل گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد احراری کا جنازہ پرچم احرار کے سائے تلے اپنے آبائی قبرستان میں پہنچ گیا اور آپ کو ہمیشہ کے لیے شہر خموشاں میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حافظ صاحب ایک ملنسار اور بے ضرر انسان تھے کسی اپنے پرائے کے ساتھ بغض نہیں رکھتے تھے۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین اور اہلِ دین کے ساتھ لگاؤ ایسا ہوا کہ اپنا رقبہ ہونے کے باوجود کبھی اپنے رقبہ پر جا کر دیکھ بھال نہیں کی اور نہ ہی کبھی کسی مزارعہ کو کوئی کاشتکاری کا کام بتلایا۔ یہ سب کام اُن کے بڑے بھائی صاحب نبھاتے رہے پھر آپ نے اپنے بیٹے محمد مغیرہ کو سب کچھ سونپ دیا۔ حافظ صاحب کا کچھ رقبہ دور تھا، ایک دن مجھے کہنے لگے میرے حصہ کا جو رقبہ ہے اس کا محل وقوع تو مجھے دکھلا آؤ۔ میں آپ کو وہاں لے گیا اور بتلایا کہ یہ رقبہ تمھارے حصہ کا ہے۔ بس پھر وہی دن ہو گیا دوبارہ اپنے رقبہ پر نہ گئے اور وہ رقبہ مستاجری دے دیا۔ بس صرف دینی، جماعتی اور مسجد کے کام میں ہمہ وقت مصروف رہے اور یوں ہی اپنی زندگی گزار دی۔

میں نے حافظ صاحب کو دو حدیثوں کا مصداق پایا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔ حافظ صاحب نے محض اللہ کی رضا کی خاطر مسجد بنائی کسی سے کوئی طمع نہ کیا اور محض اللہ کی رضا کی خاطر آخر دم تک اس پر قائم رہے اور آخر دم تک مسجد آبادی کا خیال رکھا۔ باوجود بیماری کے ان کا دل ہمیشہ مسجد کی آبادی کی طرف رہا۔ حتیٰ کہ دوائی لے کر رات ایک دو بجے بھی کبھی واپس آئے تو مسجد کے قریب سواری رکوا کر اپنے بیٹے کو بھیجتے کہ جاؤ مسجد کو سنبھال کر آؤ۔ مسجد کا کوئی فالتو بلب تو نہیں جل رہا، مسجد کو تالا لگا ہوا ہے یا نہیں۔

دوسری حدیث شریف کامفہوم کہ مومن کی علامت ہے کہ اس کا دل ہمیشہ مسجد میں ہی لگا رہے۔ چاہے وہ اپنے دنیاوی کام میں مصروف ہو اس کا دل ہمیشہ مسجد کی طرف اٹکا رہے۔ یعنی دوسری نماز کے لیے مسجد میں جانے کے لیے بے تاب رہے۔ یہ وصف حافظ صاحب میں تھا، چاہے جہاں کہیں بھی ہوتے جوں ہی نماز کا وقت قریب ہوتا آپ وہاں سے روانہ ہوکر مسجد میں پہنچتے۔ وضو کے پانی کا انتظام کرنا، صفیں بچھانا وغیرہ اُن کا معمول تھا۔

ایک اور حدیث شریف ہے کہ **مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مأَةَ شَهِیْد**. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جس نے میرے طریقے کو مضبوطی سے تھام لیا میری اُمّت کے فساد اور بگاڑ کے وقت اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔

اس حدیث کے بھی حافظ صاحب سچے مصداق تھے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی کے وقت برادری کے مروجہ رسومات اور رواج کو سختی سے منع کیا اور اسی پر مستحکم رہے اور مجھے بھی مستحکم کر دیا۔ ایک دو آدمی برادری کے مروجہ طریقے اور رسومات کرنے کے لیے کچھ نرمی کا کہا تو حافظ صاحب اور زیادہ سختی سے پیش آئے اور جبل استقامت ثابت ہوئے۔ اور فرماتے تھے کہ جب ہم خود ان رسومات کو سختی سے بند نہ کریں گے تو دوسروں کو کیسے روکیں گے۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی پر کوئی رسم نہ ہونے دی۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِیْ الْجنَّةِ**. (ترمذی)

ترجمہ: جس نے میرے طریقے سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث کے مصداق کے تحت بھی اللہ کی رحمت کی امید واثق ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماویں گے۔ ان شاء اللہ

سچی بات ہے کہ حافظ صاحب میرے صرف بھائی ہی نہ تھے بلکہ میرے دست راست تھے۔ ہمیشہ میرا ساتھ دیتے، جماعتی امور میں مجھے ان کے ساتھ کا فخر رہتا، اب میں اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور یہ اکیلا پن ختم ہو۔

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب بھائی کی یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

❁ ❁ ❁